eISSN: 2789-6331
pISSN:2789-4169

ڈاکٹر محمد فرید احمد
شعبہ اردو، گورنمنٹ میونسپل گریجویٹ کالج، فیصل آباد

Dr. Muhammad Farid Ahmed
Department of Urdu, Govt. Municiple Graduate College, Faisalabad

اردو میں قرآنِ مجید کے تراجم: روایت اور اہمیت

TRANSLATIONS OF THE HOLY QUR'AN IN URDU: TRADITION AND SIGNIFICANCE

ABSTRACT

Translation of one language into another is a significant work of depth and richness for a language. Without translations all language of any country deprives itself from unique ideas, progressive thoughts and way of civilization and cultural traditions of other countries. From the creation of Hazrat Adam (علیہ السلام) to date, work of translation continued with different way and sources. In all types of translations, religious translations, especially the translation of the Holy Quran got great importance. Tradition of the Holy Quran translation in Urdu language and its importance has been presented in this article for basic information related to this topic.

KEYWORDS

Importance, Quranic Translation, Significance, Urdu Language, Religious Translations, Cultural, Civilization, Richness of a language, Importance of Translator.

تراجم کو کسی بھی زبان کی ترقی اور تشکیل میں بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ تراجم کے بغیر زبانوں کی زرخیزی اور شادابی ماند پڑ جاتی ہے۔ انسان کو معاشرتی حیوان کہا گیا ہے۔ یہ معاشرتی میل جول کے بغیر ادھورا ہے۔ معاشرتی روابط کا سلسلہ جب ایک علاقے سے باہر کی طرف سفر کرتا ہے تو زبان اس میں بنیادی پُل کا کردار ادا کرتی ہے۔ دوطرفہ روابط کے لیے یا کسی علاقے کی ترقی اور علوم وفنون سے آگہی کے لیے اس زبان میں تراجم ضروری ہیں۔ ترجمے سے کسی علاقے میں ہونے والی ترقی اور وہاں کے لوگوں کے معاملات اور طرزِ زندگی سے واقفیت حاصل ہوتی ہے اور ساتھ ہی اپنی زبان میں خیالات اور الفاظ کی شمولیت سے زرخیزی کا سلسلہ بھی جاری رہتا ہے۔

تراجم کی تمام تر اقسام میں مذہبی تراجم کو بنیادی اہمیت حاصل رہی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تخلیقِ آدم سے دین کی ترویج کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ انبیاء کرام پر صحائف اور الہامی کتب نازل ہوئیں اور یہ سلسلہ قرآن مجید کی صورت میں حضرت محمد ﷺ پر ختم ہوا۔ آپ ﷺ سے قبل جن انبیاء کرام پر صحائف اور کتب نازل ہوئیں۔ ان کے پیروکاروں نے یقیناً ان تعلیمات کو کرۂ ارض کے مختلف خطوں تک پہنچایا اور ان تعلیمات سے متعلقہ علاقوں میں مختلف نوعیت کی بولی جانے والی زبانوں میں ان کے تراجم بھی ضروری تھے۔ اس طرح تراجم کا سلسلہ مذہبی نوعیت کی ضرورتوں کے مطابق جاری رہا۔

قرآن مجید کے دنیا کی مختلف زبانوں میں تراجم سے قبل دیگر الہامی کتب، صحائف اور ان کی تشریح و توضیح کی نشر و اشاعت کا سلسلہ کسی نہ کسی صورت میں جاری رہا ہے کیونکہ مذہب سے عقیدت، خدائی پیغام کی ترسیل اور الہامی تعلیمات کے ذریعے انسانیت کی فلاح و بہود اور معاشرتی مسائل کا حل پیش کرنا، انبیائے کرام اور ان کی پیروی کرنے والوں کی بنیادی کوشش رہی ہے۔ اور یہ کام دوسری زبانوں کو سیکھنے اور ان میں تراجم کے بغیر ممکن نہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی خطبہ حجتہ الوداع کے موقع پر صحابہ کرام کو یہ نصیحت کہ پھیلا دو جو میری طرف سے تم تک پہنچا ہے، دوسری زبانوں کو سیکھنے اور تراجم کی ضرورت اہمیت سے متعلق بنیادی حوالہ ہے۔ خود عربی زبان میں بھی سریانی، یونانی اور سنسکرت کا علم اور فلسفہ منتقل ہوا ہے۔ عباسی دور کے علما نے پرانی کتابوں اور علوم کو عربی میں تراجم کے ذریعے محفوظ کیا۔ قرآن مجید کے اردو میں ترجمے سے قبل یورپی مشنریوں نے بائبل کا اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ شاہ عبدالقادر کے اردو میں پہلے قرآنی ترجمے کا مقصد بھی یقیناً یہی تھا کہ اردو زبان جاننے والے قرآن مجید کی تعلیمات سے واقف ہوں۔ جیلانی کامران "تنقید کا نیا پس منظر" میں ترجمے کی ضرورت سے متعلق انہی خیالات کا اظہار کرتے ہیں:

> "عیسائی مشنریوں اور شاہ عبدالقادر، دونوں کا ترجمے کے بارے میں مقصد اور نکتہ نظر یکساں تھا اور وہ ایک عام آدمی تک خدا کی بھیجی ہوئی کتاب کے مفہوم اور پیغام کا پہنچانا تھا۔" (1)

قرآنِ مجید کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہ دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے اور اپنی تکمیل سے لے کر آج تک یہ اپنی حقیقی صورت میں موجود ہے۔ قرآن مجید سے قبل انجیل ہی ایسی کتاب ہے جس کے بہت سی زبانوں میں تراجم ہوئے مگر چونکہ انجیل اپنی اصل صورت میں موجود نہیں مگر قرآنِ مجید کو اصل متن کے ساتھ محفوظ کر دیا گیا ہے۔ قیامت تک کے لیے اس میں تراجم کا سلسلہ

ضرورت کے مطابق مختلف زبانوں میں جاری ہے اور رہے گا۔ قرآن مجید کا پہلا ترجمہ لاطینی زبان میں ہوا۔ بشریٰ نوشین اسی بابت رقم طراز ہیں:

> ”قرآنِ پاک کا ترجمہ سب سے پہلے لاطینی، پھر فرانسیسی اور پھر انگریزی زبان میں ہوا۔“(۲)

قرآن مجید کے تراجم کی بابت غور کیا جائے تو کم و بیش دنیا کی ہر مستند زبان میں اس کے تراجم ہو چکے ہیں۔ ستار طاہر ”دنیا کی سو نامور کتابیں“ میں ”القرآن الحکیم“ کے موضوع پر بات کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> ”قرآنِ پاک دنیا کی واحد کتاب ہے جس کے تراجم دنیا کی ہر زبان میں موجود ہیں۔ اردو، عبرانی، یونانی،
>
> لاطینی، اطالوی، ہسپانوی، جرمن، فرانسیسی، انگریزی، روسی، ڈچ، چینی الغرض دنیا کی ہر زبان میں قرآنِ پاک کا ترجمہ ہو چکا ہے۔“(۳)

اردو زبان سے قبل اگر فارسی زبان کے حوالے سے قرآنِ مجید کے تراجم پر غور کیا جائے تو پہلی بار شیخ سعدیؒ نے فارسی میں ۶۹۱ھ میں قرآنِ مجید کا ترجمہ کیا اور ہندوستان میں ۱۷۳۱ء میں شاہ ولی اللہ نے قرآن مجید کا ”فتح الرحمان“ کے عنوان سے فارسی زبان میں ترجمہ کیا۔

اس سلسلے کو آگے بڑھانے کا اعزاز بھی شاہ ولی اللہ کے بیٹوں کو حاصل ہے۔ چنانچہ شاہ عبد القادر اور شاہ رفیع الدین نے پہلی بار اردو میں قرآن مجید کے تراجم کیے۔ قرآنِ مجید کے ابتدائی اردو تراجم کی کوشش بہت سود مند ٹھہری کیونکہ اس نے قرآن مجید کے تراجم کی اردو زبان میں راہ ہموار کی۔ یہ تراجم لفظی ترجمے سے قریب تر تھے۔ اس لیے پڑھنے والوں کے لیے چند ایک مشکلات بھی پیش آئیں۔

تھیوڈر ساوری لفظی ترجمے سے متعلق لکھتے ہیں:

> ”اس کا مطلب یہ نہیں کہ لفظی یا لفظ بہ لفظ ترجمہ، ترجمہ کا سب سے اولین طریقہ ہے بلکہ یہ خالص دنیاوی اور غیر ادبی کاموں کے لیے مناسب ہے۔۔۔ کسی زبان میں ہر لفظ کا بالکل صحیح مترادف تلاش نہیں کیا جا سکتا۔“(۴)

کہا جا سکتا ہے کہ اردو میں شاہ عبد القادر کے ترجمے کو وہی حیثیت حاصل ہے جو کہ نثر میں سلاست اور روانی کے حوالے سے میرا من کی باغ و بہار کو حاصل ہوئی۔ شاہ عبد القادر فارسی زبان سے بھی آگہی رکھتے تھے مگر انہوں نے ترجمے کی زبان کو عوامی زبان سے قریب

تر کرتے ہوئے قرآنی تراکیب اور مفاہیم کو احسن طریقے سے اردو نثر میں ڈھالا ہے۔ میر امن کی ''باغ و بہار'' ۱۸۰۳ء ترجمہ ہوئی جبکہ شاہ عبد القادر کا ترجمہ آٹھ سال قبل ۱۷۹۵ء میں منظر عام پر آیا۔ یقیناً یہ ترجمہ اردو کی نثری خدمات کے سلسلہ میں بھی بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔

جیلانی کامران اس ترجمے کی اہمیت سے متعلق رقمطراز ہیں:

> ''ایسے مواد کے ساتھ شاہ عبد القادر نے اردو نثر کو جو اعتماد اور یقین مہیا کیا وہ ہر لحاظ سے قابل تعریف ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ سلاست اور بے ساختگی کی جو روایت اس ترجمے کے ذریعے قائم ہوئی تھی اسے مناسب شہرت نہیں دی گئی۔''(۵)

شاہ رفیع الدین نے قرآن مجید کا جو ترجمہ ۱۷۷۶ء میں کیا وہ لفظی ترجمہ تھا اور محاورات کی صحت کے خیال سے عاری ترجمہ تھا۔ جس کی وجہ سے اسے بعض دانشوروں نے ایک مشکل ترجمہ قرار دیا ہے۔ ان کے بھائی شاہ عبد القادر کے ترجمے ''قرآن'' کو جو انہوں نے ۱۷۹۵ء میں کیا، پہلے موجود ترجمے کی نسبت زیادہ قابل فہم قرار دیا گیا ہے۔ نثار احمد قریشی اس ترجمے سے متعلق لکھتے ہیں:

> ''شاہ عبد القادر کا ترجمہ جو ۱۷۹۵ء میں ہوا اپنے پیشرو ترجمے کے مقابلے میں ادائے فہم، صفائی اور اختصار کے لحاظ سے بہتر ہے۔''(۶)

مذہبی تراجم کے پس منظر میں غالب رجحان متعلقہ علاقے کے لوگوں کو ان کی اپنی زبان میں دینی تعلیمات سے آگہی تھا۔ لالچ اور اسی طرح کے دوسرے فوائد کو ثانوی حیثیت حاصل ہو سکتی ہے۔ مگر زیادہ تر قرآن مجید کے مترجمین نے نجاتِ اخروی کے پیش نظر قرآن مجید کے تراجم کیے ہیں۔ مولوی نذیر احمد دہلوی نے قرآنِ مجید کا اُردو زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ شاہد احمد دہلوی ''مولوی نذیر احمد دہلوی'' کے عنوان سے لکھے گئے اپنے ایک خاکے میں جو ان کی تصنیف ''گنجینۂ گوہر'' میں شامل ہے، سے متعلق رقم طراز ہیں:

> ''خود مولوی صاحب کو اپنی تمام کتابوں میں ''ترجمۃ القرآن'' ہی پسند تھا اور فرماتے تھے کہ میں نے اور سب کتابیں دوسروں کے لیے لکھی ہیں اور یہ ترجمہ اپنے لیے کیا ہے کہ یہی میرا توشۂ آخرت ہے۔''(۷)

یہ امر پیشِ نظر رہنا چاہیے کہ تراجم میں مشکل ترین تراجم مذہبی نوعیت کے ہیں کیونکہ ان میں ادائے مطالب یا دلچسپی بڑھانے کے لیے مفاہیم کی ادائیگی کے لیے کمی اور زیادتی کی ممانعت ہے۔ اس لیے مترجم کو قرآنِ مجید کا ترجمہ کرتے وقت نہایت احتیاط سے کام لینا پڑتا ہے کیونکہ ذراسی تبدیلی پر ایسے مترجم کو کڑی تنقید کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ڈاکٹر فاخرہ نورین اس نوعیت کے تراجم سے متعلق لکھتی ہیں:

''مترجم کی طرف سے حذف و اضافہ کی قطعی ممانعت ہے کیونکہ یہ گناہ کے زمرے میں آتا ہے۔ ترجمے کی یہ مشکل مذہب ترجمے کو ترجمے کی مشکل ترین اور علمی و ادبی اور صحافتی ترجمے سے الگ ایک مستقل قسم بنا دیتی ہے۔''(۸)

قرآنِ مجید کے اردو میں تراجم کی تعداد اس وقت سیکڑوں میں ہے اور یہ تراجم کئی سو سال کی محنت کے بعد وجود میں آئے ہیں اور یہ سلسلہ تاحال جاری ہے۔

تراجم ہی نہیں قرآنِ مجید کی بہت سی مستند تفاسیر بھی اردو زبان میں تحریر کی جا چکی ہیں جو قرآنِ مجید کے مطالب و مفاہیم کی تفہیم میں معاون ہونے کے ساتھ اردو زبان کی زرخیزی کا بھی باعث ہیں۔ کثیر تعداد میں عربی اور فارسی زبان کی تفاسیر کے بھی اردو زبان میں تراجم ہو چکے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالحق اپنے مضمون ''مذہبی تصانیف کے اردو تراجم'' میں رقم طراز ہیں:

''قرآن کے مخاطبِ اوّل عرب تھے۔ بعد میں عجم بھی شامل ہوا۔ قرآن کی تفسیریں بھی پہلے عربی اور بعد میں فارسی میں لکھی گئیں۔۔۔ ان گراں مایہ تفسیروں کے اردو تراجم بھی ملتے ہیں۔''(۹)

قرآن مجید کے اردو تراجم کو عام طور پر تین ادوار میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ یہ دور قدیم دکنی دور سے شروع ہو کر اٹھارہویں صدی تک کا ہے۔ جس میں قرآن مجید کے چند حصوں کے تراجم ملتے ہیں۔ کتب خانہ آصفیہ (حیدر آباد دکن)، کتب خانہ، انجمن ترقی اردو (کراچی)، برٹش میوزیم لندن اور انڈیا آفس اردن کے کتب خانوں میں ایسے بہت سے تراجم کے حوالے دستیاب ہیں۔

دوسرے دور میں مکمل ترجمہ شاہ ولی اللہ کے تیسرے بیٹے شاہ رفیع الدین کے ترجمے کی صورت میں منظر عام پر آتا ہے۔ یہ لفظی ترجمہ تھا جسے وہ اپنے شاگرد سید نجف علی سے لکھواتے جاتے۔ یہ ترجمہ بامحاورہ نہیں ہے۔ اس ترجمے کے بعد شاہ ولی اللہ کے ہی بیٹے شاہ عبدالقادر کو یہ شرف حاصل ہوا کہ انہوں نے قرآنِ مجید کا سلیس اور بامحاورہ ترجمہ ۱۷۹۰ء میں پیش کر کے اردو زبان کو یہ شرف بخشا۔ اسی دور میں حکیم محمد شریف کا ترجمہ بھی منظر عام پر آتا ہے جسے مولوی عبدالحق، شاہ عبدالقادر کے ترجمے پر سلاست اور اردو زبان کی ترکیبی خصوصیات کی بدولت فوقیت دیتے ہیں۔ کیونکہ حکیم محمد شریف کے ترجمے میں لفظی پابندی کم ہے اور زبان کی ترکیب کا خیال زیادہ ہے۔

انیسویں صدی میں قرآنِ مجید کے اردو تراجم کی طرف خصوصی طور پر توجہ دی گئی۔ یہاں تک کہ فورٹ ولیم کالج کلکتہ میں پروفیسر جان

کے تعاون سے اس کالج کے استاد مولوی امانت اللہ شیدا نے مکمل کیا۔

قرآن مجید کے اردو تراجم کا تیسرا دور مولوی نذیر احمد دہلوی کے "ترجمۃ القرآن" سے شروع ہوتا ہے۔ جو ۱۸۹۶ء میں شائع ہوا۔ مولوی نذیر احمد دہلوی کے ترجمے کے خصائص میں عبارت کے تسلسل اور مربوط ہونے جیسی خوبی موجود ہے۔ جس لفظ کی وضاحت ضروری خیال کی قوسین میں اس کی وضاحت درج کی ہے۔ محاورات کا کثرت سے استعمال ہے۔ محاورات کی کثرت پر اعتراضات بھی ہوئے۔ لیکن مولوی صاحب کے ترجمے کے بعد اردو میں قرآنِ مجید کے تراجم کا سلسلہ جاری ہے اور ہر اس زبان میں اس کے ترجمے ہو رہے ہیں جہاں ان تراجم کی ضرورت ناگزیر سمجھی جاتی ہے۔

یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ قرآنِ مجید کے تراجم کے سلسلہ میں مترجمین کو نہایت احتیاط سے کام لینا پڑتا ہے۔ کیونکہ یہاں صرف ترجمہ ہی کافی نہیں بلکہ متعلقہ زبان کی گرامر سے مکمل واقفیت کے ساتھ مطالب و مفاہیم اور پس منظری مطالعہ سے آگہی ضروری ہے۔ ڈاکٹر فاخرہ نورین اس بابت رقم طراز ہیں:

> "مذہبی اہمیت کے حامل متون کے ترجمے میں درپیش مسائل علمی بھی ہیں اور ادبی بھی، لیکن ان کی الگ نوعیت بھی ہے۔ جن میں سے زیادہ تر کا اطلاق ترجمۂ قرآن پر ہوتا ہے۔"(۱۰)

قرآنِ مجید کے تراجم میں ایک منفرد مثال غیر منقوط قرآنی ترجمے کی ہے۔ یہ اعزاز ڈاکٹر طاہر مصطفیٰ کے حصے میں آیا۔ جن کا تعلق پاکستان سے ہے اور بغیر نقطے کے قرآنِ پاک کا ترجمہ دنیا میں انہیں منفرد حیثیت کا حامل بنا دیتا ہے۔ اگرچہ اس نوعیت کے ترجمے سے متعلق دانشوروں اور اہلِ علم کو مفاہیم کی کلی ترسیل سے متعلق تحفظات ہیں۔ بہر حال ڈاکٹر طاہر مصطفیٰ کو اس منفرد کاوش پر مبارک باد بھی پیش کی جا رہی ہے۔

غیر منقوط مثال کے ساتھ، قرآن مجید کے منظوم تراجم بھی منظرِ عام پر آئے ہیں۔ پنجابی زبان میں بھی منظوم تراجم کیے گئے ہیں جن میں مولوی دل پذیر بھیروی کا نام بھی قابل ذکر ہے۔ مولوی ہدایت اللہ کے پنجابی منظوم ترجمے کا پہلا ایڈیشن ۱۶۰۹ء میں شائع ہوا۔ منظوم تراجم کے ساتھ اردو زبان میں بہت سی قرآنی تفاسیر کا بھی ترجمہ کیا گیا جو کہ اردو زبان میں کشادگی کا بھی باعث ہے۔

قرآنِ مجید کے معروف تراجم میں جن مترجمین کے تراجم کثیر تعداد میں شائع ہوئے ان میں شاہ عبد القادر، شاہ رفیع الدین، سر سید احمد، ڈپٹی نذیر احمد، مولانا اشرف علی تھانوی، مولوی عبد الحق، شبیر احمد عثمانی، فتح محمد جالندھر، ابوالاعلیٰ مودودی، احمد رضا خاں بریلوی، عبد الماجد دریابادی اور احمد سعید دہلوی کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ قرآنِ مجید آخری الہامی کتاب ہے اور دنیا کی مختلف زبانوں میں تواتر کے ساتھ

اس کے ترجمے ہو رہے ہیں اور یہی صورتِ حال اردو میں تراجم کی بھی ہے۔ قرآنِ مجید کے اردو میں تراجم کا سلسلہ بھی تسلسل سے جاری ہے جو اردو زبان کی ترقی و ترویج کے حوالے سے ترقی کا باعث ہے۔

حوالہ جات

۱۔ جیلانی کامران، تنقید کا نیا پس منظر، لاہور، مکتبہ ادب جدید، ۱۹۶۴ء، ص: 61

۲۔ بشریٰ نوشین (مقالہ برائے ایم فل علوم اسلامیہ)، سنٹرل پنجاب یونیورسٹی، لاہور

۳۔ ستار طاہر، دنیا کی سو عظیم کتابیں، لاہور، آر آر پرنٹرز، ۱۹۸۶ء، ص: ۲۰

۴۔ قمر رئیس، ڈاکٹر (مرتب) ترجمہ کا فن اور روایت، کراچی، سٹی بک پوائنٹ، ۲۰۱۶ء، ص: ۱۱۱

۵۔ جیلانی کامران، تنقید کا نیا پس منظر، ص: 67

۶۔ نثار احمد قریشی، (مرتب) ترجمہ روایت اور فن، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۵ء، ص: ۵

۷۔ شاہد احمد دہلوی، گنجینۂ گوہر، کراچی، مکتبہ دانیال، ۱۹۶۲ء، ص: ۲۵

۸۔ محمد ابو بکر فاروقی (مرتب)، تراجم کے مباحث، کراچی، سٹی بک پوائنٹ، ۲۰۱۶ء، ص: ۱۶۱

۹۔ قمر رئیس ڈاکٹر (مرتب)، ترجمہ کا فن اور روایت، ص: ۱۶۵

۱۰۔ محمد ابو بکر، فاروقی (مرتب)، تراجم کے مباحث، ص: